OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عہد نبوی ﷺ کا سماج: محمد عزۃ دروزہ کی قرآنی سیرت نگاری کا اختصاصی مطالعہ
The Society of the Prophetic Period: A Focused Study of Muhammad 'Izzat Darwazah's Qur'anic Sīrah-Writing

Asifa Aslam
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, GC University, Faisalabad
Dr. Ghulam Shams-ur-Rehman
Research Supervisor, Department of Islamic Studies, GCUF, Currently working as Professor/ Chairman, Department of Interfaith Studies, AIOU, Islamabad

Abstract
The early Sīrah-writers recorded the biography of the Holy Prophet (peace be upon him) in the historical annals and Hadith collections but gradually Sīrah-writing developed as an independent discipline to elaborate the various aspects of the life of the Holy Prophet. However, a significant change has been witnessed both in Sīrah writing and its interpretation in the contemporary period. Thus, multiple methods and approaches are applied to present an authentic biography of the Prophet along with its various social, political, and religious aspects. The method of Qur'anic S īrah-writing was introduced to record an authentic biography. Thus, the trend of Qur'anic Sīrah writing emerged and some an eminent scholars attempted to illustrate all aspects of the life of Holy Prophet as recorded in the Qur'an. The present paper aims to study 'Asr-al-Nabi of a well-known Sīrah-writer 'Izzat Darwazah who attempted

CC BY

to illustrate the society of the Prophetic period based on Qur'anic studies. An analytical study of the book concludes that various aspects of the society are present on Qur'anic studies and the author has substantially achieved his objectives through the application of his methodology.

Keywords: Sīrah-writing, Qur'anic Sīrah-writing, Modern Trends of Sīrah writing, Prophetic Society, 'Izzat Darwazeh, 'Asr al-Nabī

تمہید

جس طرح سوانح نگاری کے فن میں کسی شخصیت کے مطالعہ میں اس کی معاشرت (معاشرتی، معاشی، سیاسی، مذہبی اور تعلیمی ماحول) کا مطالعہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح سیرت الرسول ﷺ کے مطالعہ میں آپ ﷺ کے عہد کے معاشرتی، سیاسی، معاشی اور جغرافیائی ماحول سے آگاہی بے حد ضروری ہے۔ قرآن مجید نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ، عرب معاشرے کے مذہبی ، سماجی اور اقتصادی حالات بھی پیش کیے ہیں تاکہ اس ملک کے باشندوں کے صحیح رُجحانات، مزاج و طبع اور ان کے ذہن و نفسیات کو سمجھا جاسکے۔ اس بات کی تائید ڈاکٹر فاروق حمادہ کے درج ذیل بیان سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کچھ دوسرے ایسے اُمور ہیں جو سیرت کے دائرے میں داخل ہیں اور قرآن نے انھیں ذکر کیا ہے۔ ان اُمور میں سے اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے عربوں کی اقتصادی، سیاسی، اجتماعی اور کفریہ احوال کا بیان ہے جیسا کہ قرآن کریم جزیرہ عرب میں گزری ہوئی قدیم تہذیبوں کے بارے میں ہمیں بتاتا ہے اور ان تہذیبوں کے بارے میں بھی بتاتا ہے۔ جو اس وقت موجود تھیں جس سے ہمیں ظہور اسلام کے وقت کے انسانی معاشرے کے بارے میں صحیح فکر عطا ہوتی ہے۔[1] بیسویں صدی کے نصف اول سے عصر حاضر تک پروان چڑھنے والے قرآنی سیرت نگاری کے رُجحان میں جہاں آپ ﷺ کی جامع حیات طیبہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے وہیں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو جیسے معاشرت، دعوت، غزوات، اخلاق، خصائص یا شمائل کو مختص کر کے کتب لکھی گئی ہیں تاہم جامع سیرت قرآنیہ کی طرح ان موضوعات یا موضوعی سیرت قرآنیہ پر کثیر تحریری سرمایہ موجود نہیں ہے۔ سیرت قرآنیہ میں معاشرت نبوی ﷺ پر لکھنے والی معروف شخصیات میں سے ایک نامور فلسطینی سیرت نگار محمد عزۃ دروزہ (۱۸۸۸۔۱۹۸۴) کی ہے۔ آپ اپنی زندگی میں مختلف ممالک میں مختلف سیاسی، سماجی، تعلیمی و ادبی سرگرمیوں میں مصروف رہے اور بطور سیاست دان، مورخ، ماہر تعلیم اور عرب قومیت کے داعی کے طور پر شہرت پائی۔ آپ نے کثیر تصنیفی سرمایہ چھوڑا۔ تاہم سیرت قرآنیہ میں آپ کی نمایاں تصانیف سیرۃ الرسول صور مقتبسة من القرآن الکریم اور عصر النبی ﷺ ہے۔ زیر نظر مقالہ میں، سیرت قرآنیہ میں مطالعہ معاشرت نبوی ﷺ کے بارے میں جناب عزۃ دروزہ کے منہج و امتیازات کا اختصاصی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں جناب عزۃ دروزہ کی جس تصنیف کا انتخاب کیا گیا ہے وہ "عصر النبی ﷺ" ہے۔

عصر النبی ﷺ کا اجمالی تعارف

"عصر النبی" کا پورا نام "عصر النبیﷺ وبیته قبل البعثته صور مُقتبسة من القرآن الكريم و دراسات و تحليلات قرآنيه" ہے۔ جس کو مطبعۃ دار الیقظۃ کی جانب سے ۱۳۶۵ بمطابق ۱۹۴۶ میں شائع کیا گیا۔ یہ ضخیم کتاب کل ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں ایک مقدمہ اور ۴ ابواب شامل ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کے زمانہ قبل بعثت اور آپ ﷺ کے عہد کے عرب معاشرے کے جغرافیائی، سیاسی، معاشرتی، معاشی اور مذہبی حالات کو قرآن کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا مقدمہ جو کہ مصنف کا تحریر کردہ ہے دس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب کے تصنیفی اسباب اور قرآن کی روشنی میں معاشرت نبوی کے مطالعہ کی اہمیت پر مشتمل ہے۔ مصنف نے کتب سیرت میں عہد نبوت کے متعلقات اور اس عہد کے ماحول پر زیادہ مواد نہ ہونے، قدیم کتب سیرت میں احوالِ عرب کے بارے میں استطرادی مواد و غیر صحیح و مشکوک روایات کی موجودگی اور مستشرقین کے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور عرب کے ماحول پر گمراہ کن اعتراضات جیسے اسباب کو اس کتاب کی وجہ تصنیف قرار دیا ہے اور قرآن کی روشنی میں مطالعہ ماحول و معاشرت نبوی ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ بہت سی آیات میں ایسے اشارات موجود ہیں۔ جو عصر نبوت اور بعثت سے قبل وہاں کے ماحول کے حوالے سے ہمیں بہت سے ایسے مناظر دکھاتے ہیں۔ جس سے اس عہد کی دینی، عقلی، اجتماعی اور معاشی حالات کی تصویر کشی ہوتی ہے۔ کتب سیرت میں مذکور مرویات کی تاخیر تدوین کی وجہ سے ان کے بارے میں کسی کے دل میں شبہات کا اٹھنا ممکن ہے مگر قرآن تمام شائبوں اور ظنون و اوہام سے بالاتر ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا ممکن ہو گا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک اور اسلام کے قبل ماحول کے حوالے سے سب سے زیادہ قابل اعتماد اور ہر قسم کے شک و شبہ، وہم و ظن سے بالاتر مصدر قرآن پاک ہے اور قرآنی آیات عصر نبوت اور بعثت کے حوالے سے جو عرب معاشرے کی تصویر پیش کرتی ہے۔ وہ اس تصویر کے بنیادی خطوط کو شامل ہے۔[2] مصنف نے اپنی بحث کو ۴ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کی ترتیب اس طرح سے ہے:

باب اول "فی الاقليم والسكان" کے نام سے ہے اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں۔ فصل اول "فی الحجازة واهله" کے نام سے ہے۔ فصل دوم "فی الحرکۃ الاقتصادیہ والمعایش" کے نام سے ہے اور فصل سوم "فی الحجاز الاجنبيته" کے نام سے ہے۔ اس باب میں بلادِ حجاز کے جغرافیائی حالات، اس سرزمین کے باشندوں، ان کی اقتصادی نقل و حرکت، ذرائع معاش اور حجاز میں عربوں کے علاوہ، دوسری قوموں کے آباد ہونے پر بحث کی گئی ہے۔

باب دوم "فی الحياة الاجتماعية" کے نام سے ہے اور یہ چار فصول پر مشتمل ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔ فصل اول "فی الحیاۃ الأُسرة" کے نام سے ہے۔ فصل دوم "العصبية الاجتماعية" کے نام سے ہے۔ فصل سوم "في الحج والاشهر الحرم" کے نام سے ہے۔ فصل چہارم "فی نظام الحکم والطبقات" کے نام سے ہے۔ اس باب میں عربوں میں رائج خاندانی نظام، عصبیت، حج اور اشہر الحرام کی معاشرتی اہمیت اور عربوں میں رائج نظام حکومت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

باب سوم "الحياة العقليه" کے نام سے ہے اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔ فصل اول "اللغة القرآنية مقياس لقوى العرب العقلية" کے نام سے ہے۔ فصل دوم "العلوم والمعارف ووسائلها" کے نام سے ہے۔ فصل سوم "مواقف المشاقة ودلالتها على قوى العرب العقليه" کے نام سے ہے۔ اس باب میں عربوں کے ذہنی و عقلی شعور اور عرب معاشرے میں رائج مختلف علوم و فنون کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

باب چہارم "فی العقائد والادیان" کے نام سے ہے اور یہ آٹھ فصول پر مشتمل ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔ **فصل اول** "الشرک ومایںطوی فیه من عقائد ومظاہر" کے نام سے ہے۔ **فصل دوم** "المبعودات المادیة اوالوثنیة" کے نام سے ہے۔ **فصل سوم** "الملائکة فی القرآن وعقائد العرب فیهم" کے نام سے ہے۔ **فصل چہارم** "الجن فی القرآن وعقائد العرب فیهم" کے نام سے ہے۔ **فصل پنجم** "اعتراف العرب بالله وتمنیهم بعثته نبی فیهم" کے نام سے ہے۔ **فصل ششم** "طبقة الحنفاء او الصائبین" کے نام سے ہے۔ **فصل ہفتم** "الیهودیة والنصرانیة ومدی انتشاء هما واثرهما" کے نام سے ہے۔ **فصل ہشتم** "الطقوس والعادات والافکار الدینیة المتنوعة الاخری" کے نام سے ہے۔ اس باب میں عربوں میں رائج مختلف مذاہب، بتوں کی پرستش، ملائکہ اور جنوں کے بارے میں عربوں کے عقائد، مختلف مذہبی رسومات اور اہل کتاب اور ان کے عقائد پر گفتگو کی گئی ہے۔

عصر النبی ﷺ کے منہج واسلوب کا جائزہ

"عصر النبیﷺ وبیته قبل البعثته صور مُقتبسة من القرآن الکریم" موضوعی قرآنی سیرت نگاری کی نمائندہ تصنیف ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اور زمانہ بعثت کے سیاسی، معاشی معاشرتی، مذہبی اور جغرافیائی حالات کو آیات قرآنیہ کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب کو ۴ ابواب پھر ان ابواب کو مختلف فصول میں منقسم کر کے مرتب کیا ہے اور اس سلسلے موضوعاتی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مصنف کا اندازِ بیان یہ ہے کہ پہلے کسی موضوع سے متعلقہ مختصر تمہید باندھتے ہیں پھر اس پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ قرآن کی بنیاد پر معاشرتِ نبوی ﷺ کی عکاسی کرنے میں مصنف نے اس انداز کو اپنایا ہے کہ پہلے موضوع سے متعلقہ تعارفی بحث پیش کرتے ہیں پھر اس سے متعلقہ آیات قرآنیہ نقل کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں یا اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان آیات میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

عصر النبی ﷺ میں قرآن بحیثیت مصدر سیرت کے پہلو

مصنف نے اپنی کتاب کو موضوع کے مطابق قرآنی آیات سے استنباط واستدلال کرتے ہوئے ترتیب دیا ہے اور حتی الوسع قرآنی آیات پر اکتفاء کیا گیا ہے اور بہت کم کتب تفاسیر، حدیث وسیرت سے استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ مصنف نے کتاب کے مقدمہ صفحہ ۱۲ پر لکھا کہ میں نے روایات سے احتراز کرتے ہوئے فقط قرآن کریم سے استفادہ کیا ہے اور صرف اس وقت روایات ذکر کی ہیں جب وہ روایات (قرآن مجید کی آیات) کی تفسیر و تشریح کر رہی ہوں یا میری نقل کردہ آیات و اقتباسات کی تائید و تصدیق کر رہی ہوں۔[3] آیات قرآنیہ نقل کرنے میں مصنف کا انداز یہ ہے کہ متعلقہ اقتباس درج کرنے کی بجائے پوری آیت یا موضوع کے متعلق جس قدر آیات موجود ہوں سب نقل کر دیتے ہیں۔ مصنف نے تمام ابواب میں آیات قرآنیہ کا انتخاب کرتے ہوئے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اور زمانہ بعثت کی معاشرت پر نہایت دل پذیر انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اول تا آخر پوری کتاب میں قرآن کی بنیاد پر سماجیات نبوی ﷺ کو پیش کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ تاہم وضاحت کے لیے یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

1-جغرافیائی خدوخال اور باشندوں کی وضاحت

حجاز کے جغرافیائی خدوخال کے بارے میں اس امر کی وضاحت کی کہ قرآن میں متعدد آیات جیسے سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۷، سورۃ القصص کی آیت ۵۷، سورۃ النحل کی آیت ۱۱۲، سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۶ ایسی ہیں جو اس خطے کی جغرافیائی اور طبی حالات کو

متضمن ہیں اور اس خطے کا نمایاں وصف یہ ہے کہ سرزمین حجاز، جغرافیائی اور طبی لحاظ سے متنوع قسم کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ قرآنی آیات دو قسم کے حجاز کے باشندوں کا تذکرہ کرتی ہیں۔ شہری اور بدو جیسا کہ سوۃ یوسف کی آیت ۱۰۰، سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۱، سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۰ اور سورۃ التوبۃ کی آیت ۹۷ سے واضح ہوتا ہے۔ قرآن میں حجاز کے دو شہروں مکہ اور مدینہ کا خاص طور پر ذکر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں شہر حجاز کے مرکزی شہر تھے۔ مکے کو اُم القری اور حرم ہونے کی وجہ سے دوسرے شہروں پر خاص طور پر فوقیت حاصل تھی جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۹۶، سورۃ الفتح کی آیت ۲۴، سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۳ اور سورۃ یوسف کی آیت ۸۲ سے واضح ہوتا ہے۔ مکہ ایک مقدس شہر تھا اور یہ خطہ حرم کہلاتا تھا۔ اس میں قتل وغارت اور خون بہانا حرام تھا جیسا کہ سورۃ العنکبوت کی آیت 67 اہل مکہ کو یاد دلاتی ہے کہ تمہیں حرم میں ہونے کی وجہ سے امن وامان حاصل ہے جب کہ دوسرے شہروں میں خوف کی فضا رہتی ہے۔ مختلف مدنی آیات جیسے سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۶۔۲۷، سورۃ الحشر کی آیات ۲، ۳، ۵، ۷، ۱۴، ۱۵ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مدینہ کثیر تعداد پر مشتمل خاص اہمیت کا حامل شہر تھا۔ جس کے مضافات میں مالدار اور قلعہ دار یہودیوں کے متعدد قبائل آباد تھے۔[4]

2-سماجی ومعاشی سرگرمیوں کی وضاحت

مصنف نے عربوں کے رہن سہن کی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۹، سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۱، سورۃ الاعراف کی آیت ۴۶، سورۃ النحل کی آیت ۶۱، سورۃ الزخرف کی آیات ۳۳۔۳۴، ۵۴، سورۃ الزمر کی آیت ۲۰، سورۃ الکہف کی آیت ۳۱، عربوں کے لباس کی سورۃ نور کی آیات ۳۱، ۶۰، عربوں کی خوراک دودھ، گوشت، مختلف قسم کے پھلوں، شہد، کھجوراور شراب کو مشروب کی حیثیت حاصل ہونے کو سورۃ ہود کی آیت ۶۹، سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۳، سورۃ المائدہ کی آیت ۳، سورۃ الانعام کی آیات ۱۴۵، ۱۳۹، سورۃ نحل کی آیات ۶۷۔۶۹، سورۃ المومنوں کی آیت ۲۰، سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۹، سورۃ المائدہ کی آیات ۹۰۔۹۱، سورۃ الصافات کی آیات ۴۴۔۴۷، عربوں کی محافل ومجالس کی سورۃ المومنون کی آیات ۶۶۔۶۷، فنون حرب وضرب کی سورۃ نساء کی آیت ۱۰۲، سورۃ المائدہ کی آیت ۹۴، سورۃ النحل کی آیت ۸۱، سورۃ الانبیاء کی آیت ۸۰، مردوں اور عورتوں میں مختلف قسم کے زیورات کے رائج ہونے کی سورۃ النور کی آیت ۶۰، سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ اور عربوں کی گلہ بانی کی سورۃ آل عمران کی آیت ۱۴، سورۃ النساء کی آیت ۱۱۹، سورۃ المائدہ کی آیات ۲، ۹۷، ۱۰۳، سورۃ الانعام کی آیات ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۴۴ اور سورۃ النحل کی آیات ۵، ۷، ۱۰ کے تحت وضاحت کی ہے[5] اور اس ضمن میں لکھا:

"قرآنی آیات میں جہاں مساکن وبیوت، غرف وحجرات، ابواب وظہور سقوف وقواعد ومعارج کا ذکر ہے وہیں جانوروں اور جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد، مختلف زیورات ولباس، متنوع پھلوں، مشروبات، مختلف قسم کے برتنوں، توانائی کے پیشے، لوہے، پیتل، چاندی اور کنکنانی مٹی کا بھی ذکر ہے۔ ان اشیاء اور ان کے اوصاف کا قرآن میں ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے عہد اور نزول سے قبل یہ اشیاء معروف تھیں۔"[6] عربوں کی معاشی سرگرمیوں میں عربوں کے زمین کے بنجر ہونے اور پانی کی عدم فراوانی کی وجہ سے زراعت کی بجائے، دور دراز کے علاقوں کے تجارتی اسفار اختیار کرنے کی سورۃ الانعام کی آیت ۹۷، سورۃ یونس کی آیت ۲۲، سورہ النور کی آیت ۴۰، سورۃ الرحمن کی آیات ۱۹۔ ۲۲، سورۃ فاطر کی آیت ۱۲، مکہ کو کعبہ اور مناسک حج کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں کا مرکز ہونے کی سورۃ المائدہ کی آیت ۹۷، سورۃ البقرہ کی آیات ۱۹۷۔۱۹۸، سورۃ حج کی آیات ۲۷۔ ۲۹، معاشی معاملات میں سونے چاندی کی کرنسی رائج ہونے کی سورۃ آل عمران کی آیت ۷۵، سورۃ

یوسف کی آیت ۲۰، سورۃ التوبہ کی آیت ۳۴، سورۃ الکھف کی آیت ۳۱، سورۃ الزخرف کی آیات ۷۱، ۵۳، اقتصادی و تجارتی سرگرمیوں میں ربا کو معمول بن جانے کی سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۷۹، سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۰، سورۃ النساء کی آیات ۱۶۰۔ ۱۶۱ سے وضاحت کی ہے اور اس ضمن میں لکھا کہ اہل حجاز کے بری و بحری اسفار کے معروف ہونے کی وجہ سے یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ضروریات زندگی کا سارا سامان باہر سے درآمد کرتے تھے اور وہ روزمرہ زندگی کے حوالے میں دوسروں کے محتاج تھے۔ آیات قرآنیہ کے بہت سے قرآئن و دلائل ہمارے اس دعویٰ کی تائید کرتے ہیں کہ حجاز کے شہروں میں مختلف صنعتوں کے طبقات تھے۔ جو بہت سی ضروریات کو پورا کرتے تھے اور صرف ایسی اشیاء باہر سے منگوائی جاتی تھیں۔ جن پر حجاز کے کاریگر قادر نہ ہوتے تھے۔ حجاز کے شہروں میں یہودی، عیسائی، شامی، مصری اور حبشی لوگ آباد تھے جو مختلف پیشوں سے وابستہ تھے اور حجاز کے کاریگروں کو بھی اپنے ہنر سکھاتے تھے۔ سیرت اور تفسیر کی روایات میں اس چیز کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔[7] مصنف نے عربوں کے ذریعہ معاش میں سے ایک ذریعہ شکار کو بیان کیا اور اس سلسلے میں سورۃ المائدہ کی آیات ۱، ۲، ۴، ۹۴۔ ۹۵ سے نقل کرتے ہوئے لکھا:

> ”اسلام سے قبل عرب احرام کی حالت میں بری و بحری دونوں قسم کے شکار کو حرام سمجھتے تھے جو اس رسم کا نتیجہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ شہر حرم میں خون بہانے اور کسی جاندار کو زندگی سے محروم کرنے کو حرام ٹھہراتے تھے تو قرآن نے سمندری شکار سے حل و حرم دونوں حالتوں میں پابندی کو اٹھا دیا تا کہ ان کی حاجت و ضرورت پوری ہو۔ خاص طور پر پٹی پر سفر کرنے والے مسافروں سے البتہ خشکی کے شکار کی سابقہ ممانعت کو دونوں حالتوں میں برقرار رکھا۔ دونوں حالتوں میں بحری شکار کی اجازت سے اس پر استدلال ممکن ہے کہ یہ ایک پیشے اور شدید معاشی ضرورت کا درجہ حاصل کر حاصل کر چکا تھا اور اس کا دائرہ خشکی کے شکار سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔“[8]

3-عرب میں رائج خاندانی نظام کی وضاحت

عرب میں رائج خاندانی نظام کے بارے میں لکھا کہ قرآن مجید میں مرد و عورت کے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ ان میں سے کچھ عام ہیں جب کہ کچھ کا تعلق تشریح احکام اور اسلامی اصطلاحات کے ساتھ ہے۔ دونوں قسم کی آیات سے عہد نبوت اور اس سے قبل کے مرد و عورت اور ان کی حیثیت سے متعلق تصویر کا اقتباس کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مرد کی مرکزیت و امتیاز، ذمے داری اور اہم اُمور کی مسئولیت کے ساتھ اختصاص، بیوی پر خرچ اور غلبہ و اقتدار کی صورت، عورت کا اپنے حقوق اقتصاد اور زوجیت کے پہلو سے شدید قسم کے ظلم و جبر کا شکار ہونے، خاندان، میراث، یتیموں اور عورت کی زندگی سے جڑے قبیح رسوم و روایات جیسے فراق بالطلاق، بیٹے کا باپ کی بیوہ سے نکاح کر لینا، بیوہ کا ایک سال تک حالتِ سوگ میں رہنا، دو رشتے دار خواتین کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنے، نکاح متعہ، غلاموں و لونڈیوں کا بلا اجازت کسی بھی وقت اپنے مالکوں کے کمروں میں جانے، عورتوں کا بناؤ سنگھار کر کے غیر مردوں کے ساتھ گھومنے، متبنی کو وارث بنا لینے، حقیقی ورثاء کو ان کے حق سے محروم کر دینے، اولاد کو قتل کرنے، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے، وراثت میں کسی نظام کے رائج نہ ہونے، عورتوں کو حق وراثت سے محروم رکھنے، یتیم سے ناروا سلوک اور اس کے مال کو ہڑپ کر جانے جیسے معاملات پر مختلف آیات قرآنیہ کے تحت بحث کی ہے۔[9] کفار مکہ کے بیٹوں کے ساتھ محبت اور بیٹیوں کے ساتھ نفرت کرنے کے بارے میں سورۃ النحل کی آیات ۵۷۔ ۵۹، سورۃ الزحرف کی

آیات ١٦۔١٩، سورۃ النجم کی آیات ٢١۔٢٣ نقل کیں اور اس ضمن میں لکھا: "یہ آیات اس پر دال ہیں کہ مرد کے مقابلے میں عورت کو معمولی مقام حاصل تھا۔ اس کی ولادت پر لوگوں کے قلوب پر اثر ہوتا تھا اگرچہ اس کا سبب باپ کو عار کا خوف وغیرہ ہوتا تھا اور بیٹوں کو ترجیح دینے کی وجہ ان کا جنگوں، عصبیت کے مواقع اور کسبِ رزق میں کام آنا تھا۔"[10]

4-عربوں میں رائج اجتماعی عصبیت کی وضاحت

مصنف نے عہد نبوی میں پائے جانے والی اجتماعی عصبیت کو چھ اقسام، عصبية الاقارب (رشتے داروں کی عصبیت)، عصبية القبيلة (قبائلی عصبیت)، عصبية التحالف القبيلى او عصبية الاحزاب (قبائلی و گروہی عہد و پیمان کی عصبیت)، عصبية التقاليد (رسوم و روایات کی تقالید کی عصبیت)، عصبيه الولاء (عصبیت ولاء) اور عصبية الجوار (پناہ گزینی کی عصبیت) میں تقسیم کیا ہے اور عصبیت کے ضمن میں لکھا۔ قرآن میں متعدد آیات ہیں جن سے صراحتاً یا اشارتاً اس بات پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے عہد میں، معاشرتی زندگی کا ایک بڑا اہم عنصر عصبیت تھا۔ جس پر اجتماعی (معاشرتی) زندگی کی بنیادیں قائم ہوتی تھیں اور یہ اجتماعیت میں اتحاد پیدا کرتا تھا۔ اسی عصبیت کی بناء پر قبیلے اور خاندان کے لوگ، مصالح مشرک ہونے اور معنوی و مادی مصالح کے دفاع کی غرض سے ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ یہ عصبیت بڑی شدید تھی۔ جس نے اسلامی تاریخ میں رونما ہونے والے حادثات میں بہت اہم کردار ادا کیا چنانچہ اسی بناء پر اسلام نے دور جاہلیت میں پائے جانے والی عصبیت کو ہدفِ تنقید بنایا ہے اور اخوت و مفاد عامہ کی بنیاد پر ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہا۔ جو قبائلی، خاندانی، مادی، نسلی، نسبی، طبقاتی حدود سے بالاتر ہو گویا کہ اسلامی عصبیت تنگ و محدود خاندانی قبائلی عصبیت کا بہترین متبادل تھی جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت ١٠٣، سورۃ النساء کی آیت ١٤٤، سورۃ المائدۃ کی آیات ٥٥۔٥٧، سورۃ الانفال کی آیات ٦٢، ٦٤، ٧١، ٧٢، ٧٥، سورۃ التوبۃ کی آیات ١١، ٢٣، ٧١ اور سورۃ الحجرات کی آیت ٩ اس کی عکاسی کرتی ہیں۔[11]

5-نظامِ حکومت وقضا اور طبقاتی تفاوت کی وضاحت

نظامِ حکومت کے بارے میں اس بات کی وضاحت کی کہ بعض قرآنی آیات و تعبیرات اور روایات عربوں کے ہاں کسی قدر حکومت کے وجود پر قرائن کی حیثیت رکھتی ہیں جیسے سورۃ مریم کی آیت ٧٣، سورۃ العلق کی آیات ١٣۔١٩، سورۃ الانفال کی آیت ٣٠، سورۃ آل عمران کی آیت ١٩٥، سوۃ الحج کی آیت ٤٠ سے واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح متعدد آیات میں ایسی تعبیرات آئی ہیں جو حکومتی اور رسمی اقتدار وغیرہ کے نظاموں میں غالباً استعمال ہوتی ہیں جیسے کہ جند، ملک، عہد، میثاق، سلم وغیرہ اور اس بات کی وضاحت سورۃ البقرۃ کی آیت ٢٨٨، سورۃ النساء کی آیت ٤٥، سورۃ الانفال کی آیات ٥٦، ٦١، سورۃ مریم کی آیت ٧٥ اور سورۃ الاحزاب کی آیت ٩ سے ہوتی ہے اور جب ہم ان کڑیوں کو ملاتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ عرب متمدن دنیا سے کٹے ہوئے نہیں تھے بلکہ متمدن دنیا کے ساتھ روابط رکھتے تھے۔ جس طرح انہوں نے دیگر امورِ زندگی میں متمدن دنیا کے وسائل سے استفادہ کیا۔ اسی طرح حکومتی مظاہر و وسائل سے بھی استفادہ کیا ہوگا اور اسے اپنے ماحول کے مطابق بنایا ہوگا۔ متواتر روایات بھی اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مکہ کے معزز گھرانوں کے سردار ہی مکہ میں دینی و دنیاوی مناصب کے متولی ہوا کرتے تھے۔ ان کی یہ حکومت دینی بھی تھی اور مدنی بھی تاہم دیہات کے نظامِ حکومت کے بارے میں قرآن میں کچھ نہیں ملتا۔ دیہاتوں کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ دیہاتی قبائل کے بڑے بوڑھے، ذی شان لوگ ہی وہاں حاکم کی حیثیت رکھتے اور یہ سلسلہ نسل در نسل ورثہ میں منتقل ہوتا۔ اسی طرح قضا کا شعبہ محض شہروں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ دیہات میں بھی

قاضی حاکم کا کام کرتا تھا۔ البتہ شہر میں قضاء و حکومت، دیہات کی نسبت ترقی یافتہ شکل میں تھی۔[12] دنیا کے دیگر معاشروں کی طرح عرب معاشرہ بھی طبقاتی تفاوت کا شکار تھا۔ مصنف نے عربوں کے ہاں پائے جانے والے اس طبقاتی تفاوت کے بارے میں لکھا:

> ”اس سے ہمارا مقصد وہ طبقاتی تقسیم نہیں جو ہندوستان میں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہاں اُس وقت کچھ طبقات کے اثر ورسوخ اور امتیاز کا اعتراف کیا جاتا تھا۔ اسی حوالے سے کچھ طبقات عالی تھے، کچھ سافل، کچھ تسخیر کرنے والے تھے، کچھ مسخر، کچھ اشراف تھے اور کچھ عوام اور غلام جو طبقاتی تفاوت میں سے ہے۔ یہ عہد نبوی میں بعثت سے قبل وسیع پیمانے پر پائی جاتی تھی۔“[13]

6-عربوں میں رائج علوم وفنون کی وضاحت

آپ ﷺ کے عہد اور بعثت سے قبل دور کے عربوں کی قوائے عقلیہ کو جانچنے کا ایک پیمانہ لغت قرآنیہ کو قرار دیا اور اس سلسلے میں عربی زبان کے مختلف فنون جیسے فن شعر گوئی، سجع، مرسل، اسلوب، امثال اور فن قصص کو مختلف آیات قرآنیہ کے تحت زیر بحث بنایا اور عربوں کے ہاں مختلف قسم کے علوم و معارف کے رائج ہونے جیسے علم تاریخ، افلاک، ہیئت، ریاضی، علم الانساب، قیافہ شناسی، زراعت اور علم طب کو مختلف آیات کے ذریعے واضح کرتے ہوئے لکھا: ”اگرچہ قراءت وکتابت کا رجحان جدید زمانے کے مقابلے میں کافی کم تھا تاہم یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ عربوں کے ہاں کسی قسم کے علام و معارف رائج نہ تھے۔ قرآن میں بہت سی آیات میں پڑھنے ولکھنے کے ذرائع اور آیات کے نام موجود ہیں۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اہل عرب، رسول اللہ کے زمانے میں لکھنے پڑھنے کے ذرائع اور آلات کو جانتے اور استعمال کرتے تھے اور ان کے درمیان لکھنا پڑھنا محدود دائرے میں نہیں تھا۔ قدیم وجدید مصنفین کا بعثت نبوی کے وقت حجاز میں صرف سترہ لوگوں کا لکھنے پڑھنے کے فن سے واقف ہونے کا ذکر کرنا اور کتابت کے ذرائع چمڑا، کھال، پتے، قربانیوں، سلوں تک محدود قرار دینا، ان کی من مانی باتیں ہیں جو غور وفکر اور تحقیق سے ثابت نہیں ہوتیں۔“[14]

7-مذہبی حالات کی وضاحت

عربوں کے مذہبی حالات کے بارے میں اس بات کی وضاحت کی کہ قرآن میں ان مذاہب اور عقائد کے بارے میں بہت سی آیات ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے دور اور آپ ﷺ کے ماحول میں رائج تھے۔ یہ آیات اگرچہ باطل مذاہب اور عقائد کی تردید، ان کے پیروکاروں سے بحث کرنے، ان کی سرزنش کرنے، ان کے خلاف حجت قائم کرنے اور ان کی توجہ، دلیل اور حجت سے لغویات اور باطل پر اصرار سے پھیرنے پر مشتمل ہیں تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ اس دور کے مذہبی حالات کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ لفظ شرک کے مشتقات و مدلولات، قرآن میں کثیر تعداد میں آئے ہیں، جس سے یہ کہنے کی گنجائش نکلتی ہے کہ عصر نبوی میں عربوں کا عمومی وراجع عقیدہ شرک تھا۔ یہ نہ صرف بت پرستی کی صورت میں رائج تھا بلکہ شرکاء، صُلحاء، شفاء کی شفاعت، فرشتوں کی عبادت اور ان کو خدا کی بیٹیاں ہونے کی حیثیت حاصل ہونے کی صورت میں رائج تھا۔[15] عربوں میں رائج بت پرستی کے بارے میں لکھا کہ شرک کا سب سے بڑا مظہر مادی معبودات تھے وہ ان کو اِلٰہ، اللہ یا شفعاء خیال کرتے تھے اور متعدد قرآنی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں جیسے سورۃ الزمر کی آیت ۴۳ اور سورۃ یونس کی آیت ۱۸ میں ہے۔ قرآن مجید میں ان مادی معبودات کے لیے لفظ ”اوثان“ ”اصنام“، ”الانصاب“ اور ”نماثیل“ استعمال ہوئے ہیں جیسا

کہ سورۃ الحج کی آیات ۳۱-۳۹، سورۃ العنکبوت کی آیات ۱۷، ۲۵، سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۵، سورۃ الانبیاء کی آیات ۵۷، ۷۰-۷۳، سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۸، سورۃ المائدہ کی آیات ۹۰، ۳، اور سورۃ المعارج کی آیات ۴۳-۴۶ میں ہے۔ سورۃ النجم کی آیات ۱۹-۲۰ عربوں کے ہاں پائے جانے والے مادی معبودوں میں سے لات، منات اور عزی کا ذکر کرتی ہیں اور سورۃ الاعراف کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ بت مخلوق کی مختلف سورتوں میں بنائے جاتے تھے جن کے ہاتھ پاؤں بھی ہوتے تھے اور آنکھ کان بھی۔ قصہ نوح کے سلسلے میں سورۃ نوح کی آیت ۲۳ میں مذکور پانچ بتوں کا بظاہر عربوں سے کوئی تعلق نہیں ملتا لیکن کتب سیرت اور تفاسیر کی معتبر روایات اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ اہل عرب کا ان کے ساتھ گہرا تعلق پایا جاتا تھا اور عربوں میں بت پرستی، اہل شام سے منتقل ہوئی تھی۔[16] اسی طرح اہل عرب کے ہاں ملائکہ اور جنوں کے بارے میں پائے جانے والے تصورات، عربوں کے اللہ کے بارے میں عقیدہ اور بعثت نبوی کی طلب، اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے الہامی تعلیمات سے انحراف اور مختلف مذہبی رسومات جیسے سورج، چاند، ستاروں کی عبادت، آگ کی پرستش، عربوں میں نماز، روزہ، اعتکاف، جمعہ کے اجتماعات، بچوں کو دیوتاؤں کے لیے قربان کرنا، حرام و حلال کے مختلف تصورات، دیوتاؤں کے لیے قربانیاں پیش کرنا، مختلف قسم کی منتوں کے رائج ہونے، نحوست، بدشگونی اور دم وغیرہ پر مختلف آیات قرآنیہ کے تحت بحث کی گئی ہے۔[17]

عصر النبی ﷺ کے ثانوی ماخذات

مصنف نے اپنی تصنیف میں اگرچہ قرآن کی بنیاد پر معاشرت نبوی ﷺ کو بھرپور انداز میں بیان کیا ہے اور یہ موضوعی قرآنی سیرت نگاری کی نمائندہ تصنیف ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے بعض مقامات پر بعض دوسرے ثانوی ماخذات سے بھی استفادہ کیا ہے اگرچہ یہ استفادہ کافی کم ہے بہر حال اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1-کتب سیرت سے استفادہ

بعض جگہوں پر مصنف نے بیانِ سیرت میں آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ کتبِ سیرت میں مذکور تفصیلات کو بھی درج کیا ہے جیسے یثرب میں مالدار یہودیوں کے ساتھ ساتھ مدینہ کے اہل ثروت لوگوں کے بارے میں لکھا کہ مدنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس بھی اسی طرح کے اسباب واموال تھے جس طرح کے یہودیوں کے پاس تھے اور اس سلسلے میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۷ اور سورۃ التوبۃ کی آیات ۵۳ اور ۵۵ نقل کرتے ہوئے لکھا: "معتبر روایات سیرت نے ذکر کیا ہے کہ یہود کی طرح عرب بھی بعض قلعوں کے مالک تھے اگرچہ ہم ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ یہود کے قلعے زیادہ اور طاقتور تھے اور شاید اس بات کی طرف سورۃ احزاب کی آیت ۱۳ اور سورۃ الحشر کی آیت ۲ ذکر کرتی ہے۔"[18]

2-کتب تفاسیر بالماثور اور تفاسیر بالرائے سے استفادہ

مصنف نے اپنی تصنیف میں تفاسیر بالماثور اور دیگر تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں مصنف کا انداز یہ ہے کہ کہیں کسی مفسر اور تفسیر کا حوالہ دیئے بغیر صرف اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے۔ کہیں کہیں مصنف نے حواشی میں حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے۔ تاہم دونوں طریقوں کی مثالیں درج ذیل ہیں:

مصنف نے مناسک حج کے سلسلے میں صفا و مروہ کی سعی کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۸ نقل کی اور اس ضمن میں لکھا کہ اس آیت کے بارے میں مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کے گرد طواف کرنے میں حرج محسوس ہوا کیونکہ

مشرکین، ایام جاہلیت میں صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر مذہبی رسوم ادا کرتے اور ان کے گرد چکر لگاتے تھے۔ مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہیں ان کا طواف کرنا گناہ نہ ہو، مسلمانوں کی اس تشویش پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس نے حرج کی نفی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اس طواف کو جاری رکھیں اور یہ تاکید کی کہ صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہے۔[19]

قبل از بعثت عربوں میں مناسک حج کے سلسلے میں قربانی کے جانور کا خون دیوار پر لیپ کر کے خدا کی رضا حاصل کرنے کے رد کے سلسلے میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۳۷ نقل کی اور اس سے ملحقہ تفسیر خازن میں مذکور درج ذیل تفسیر نقل کی ہے۔ اللہ نے اس پر ان کو متنبہ کیا کہ اللہ کو نہ تمہاری قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اہل جاہلیت جو اپنی قربانی کا گوشت کھانا گناہ خیال کرتے تھے اور اس کو ذبح کر کے فقراء و مساکین کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ قرآن نے قربانی کے مالکوں کو اجازت دی کہ وہ جب چاہیں اپنی قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں اور دوسرے فقراء، مساکین اور اہل احتیاج کو بھی کھلا سکتے ہیں خواہ وہ اس کا سوال کریں یا نہ کریں۔[20]

عربوں کے معین بتوں کے نام قرآن میں مذکور ہونے کے سلسلے میں سورہ الحجر کی آیات ۱۹۔ ۲۰ نقل کیں اور اس سے ملحقہ تفسیر طبری میں مذکور درج ذیل تفسیر نقل کی ہے۔ "ان الآلھۃ الثلاثۃ کانت اصناما مخلقۃ منصوبۃ فی فنا الکعبۃ"[21] یہ تین الٰہ مختلف بت تھے جو کعبہ کے صحن میں نصب کیے گئے تھے۔

3-کتب حدیث سے استفادہ

مصنف نے کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں مصنف کا انداز یہ ہے کہ مصنف نے احادیث کے حوالہ جات کا باقاعدہ اہتمام نہیں کیا۔ صرف یوں درج کر دیتے ہیں کہ حدیث فی البخاری تاہم اس کی وضاحت کے لیے درج ذیل مثال بیان کی جاتی ہے: عربوں میں مختلف قسم کے علوم و فنون اور متعدد زبانوں کے رائج ہونے کے سلسلے میں صحیح البخاری میں مذکور درج ذیل حدیث "حضور نے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا" نقل کی ہے۔[22]

عصر النبی ﷺ کے محاسن

عصر النبی ﷺ اپنے موضوع، عمدۃ ترتیب اور محققانہ و مدللانہ انداز بیان کی بدولت ایک بیش قیمت تصنیف ہے اور اس کے چند مثبت پہلو ایسے ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز بناتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

i. یہ اپنے موضوع پر پہلی تفصیلی کاوش ہے جس میں موضوع کی تحقیق، تفصیل اور ترتیب کا مکمل خیال رکھا گیا ہے۔

ii. مصنف نے آیات قرآنیہ سے بکثرت استدلال و استشہاد کیا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف کتاب کی استنادی حیثیت بڑھ جاتی ہے بلکہ موضوع بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور اس کی عمدہ تفہیم ممکن ہو جاتی ہے جیسا کہ مصنف نے حجاز کے جغرافیائی حالات کے ضمن میں صفحہ ۲۰ پر ۷ سورتوں سے ۳۴ آیات قرآنیہ کو پیش کیا ہے۔

iii. مصنف نے جہاں آیات قرآنیہ کو بکثرت پیش کیا ہے وہیں آیات قرآنیہ کو بکثرت ذکر کرنے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے جیسا کہ مصنف نے صفحہ ۱۴ پر لکھا"وسير القارى أننى اكثرت من الاستشهاد بالآيات فى صدد المواضيع التى طرقتها ، والحقيقة إنى لم أقصد التكثر ولكنى قصدت الاكثار، لان القرآن هو سند القرآن و مرجعه الوحيد اولا، ولأن الآيات مهما تشابهت فان فيها من الفروق مايجعل

من المفید سردھا علی تشابھما ثانیا، ولان کثرة الأیات فی صدد مامما یمکن القاری من لمس الموضوع المراد تقریرہ علی وجه اکثر وضوحاوادعی الی الانتباہ ثالثا"[23] قاری ملاحظہ کرے گا کہ میں نے زیر بحث موضوعات میں آیات قرآنیہ سے بکثرت استشہاد کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا قصد بتکلف زیادہ آیات ذکر کرنے کا نہیں تھا بلکہ میرا مقصد (فائدے کے پیش نظر) آیات کو کثرت سے لانا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ہی میری اس کتاب کی یکتا بنیاد اور حوالہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آیات قرآنیہ میں جس قدر بھی مشابہت ہو تب بھی ان میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ باوجود مشابہت کے ان کو دوبارہ ذکر نا فائدے مفید ہوتا ہے تیسری بات یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کو بکثرت ذکر کرنا، زیرِ بحث موضوع کو قاری کے سامنے خوب واضح اور قابل توجہ بناتا ہے۔

iv. مصنف نے آیات قرآنیہ سے بکثرت استدلال و استشہاد کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ آیت کس نوعیت کی ہے۔ یہ کس مفہوم پر دلالت کر رہی ہے اور مصنف اس سے عہد رسالت کے کس پہلو پر استدلال کر رہا ہے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ آیات ۱۔۴ کے بارے میں لکھا ہے یہ آیات اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ شکار عربوں کا اہم ذریعہ معاش تھا۔ سورۃ توبہ کی آیت ۳۹، سورۃ الکھف کی آیت ۳۱ اور سورۃ الزخرف کی آیت ۵۵ کے بارے میں لکھا کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ عرب سونے چاندے کی کرنسی استعمال کرتے تھے۔[24]

v. ابواب اور ان کے فصول کے عنوانات میں باقاعدہ ربط پایا جاتا ہے۔

vi. مصنف نے بعض قرآنی آیات کے مختلف کلمات کی لغوی تحقیق بھی پیش کی ہے اور ان کا درست مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ لغوی اعتبار سے ایک وقیع کاوش ہے۔ جیسے صفحہ نمبر ۲۵ پر لفظ "قریہ" اور لفظ "مدینۃ" کے درمیان سورۃ یوسف کی آیت ۸۲ اور سورۃ محمد کی آیت ۱۳ کی بنیاد پر ترادف ثابت کیا ہے۔[25]

vii. مصنف کتاب کے مشکل اور غریب الفاظ کی تشریح و توضیح پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ قاری کو مضمون سمجھنے میں کوئی الجھن یا مشکل پیش نہ آئے۔ جیسے صفحہ ۲۹۰ پر دو مشکل کلمات "العرحون" اور "الجوار" کی تشریح حاشیہ میں کی گئی ہے۔[26]

viii. مصنف نے اپنی کتاب میں ذکر کردہ قرآنی آیات کی تفسیر مروجہ طریقہ پر کرنے کی بجائے موضوع کی مناسبت سے خلاصہ اور نکات کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے طوالتِ موضوع اور قاری کی ذہنی تشویش کا خدشہ باقی نہیں رہتا بلکہ اصل مدعا اس کے سامنے واضح ہو جاتا ہے۔ جیسے صفحہ ۹۷۔۹۹ پر مکہ میں رہنے والے اہل کتاب کے بارے میں تفصیل کے ساتھ قرآنی آیات ذکر کی ہیں اور مروجہ مفسرین کی طرز پر ان کی تفسیر بیان کرنے سے احتراز کیا ہے لیکن صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ پر آیات سے مستنبط ہونے والے فوائد، نمبر تفصیل کے ساتھ پیش کئے ہیں۔[27]

ix. مصنف نے بعض مقامات پر حاشیے میں ایسے مفید ابحاث کا اضافہ کیا ہے جو کتاب کے موضوع کے ساتھ براہ راست تعلق نہیں رکھتے لیکن قاری کو مفید اضافی معلومات فراہم کرتے ہیں جیسے صفحہ ۹۴۔۹۷ پر مکہ میں باہر سے آکر بسنے والوں کی فہرست ان کے ناموں کے ساتھ پیش کی ہے اور باحوالہ آٹھ افراد کے نام اور مختصر تعارف پیش کیا ہے۔[28]

x. آیات قرآنیہ، عصر النبی کے مختلف پہلوؤں کی مناسبت سے نقل کی گئی ہیں اور ان میں تطبیق کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے لیکن اگر کسی جگہ موضوع کے ساتھ ذکر کردہ آیت کی مناسبت غیر واضح ہو تو حاشیہ میں اس حوالے سے تنبیہ اور توضیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے صفحہ ۱۱۲ پر ذکر کردہ آیات میں سے پانچ آیات پر حاشیہ پر تفصیلی گفتگو اور وضاحت کی ہے۔[29]

xi. انداز بیان اور زبان انتہائی سادہ اور قابل فہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عہد نبوی کے سماج کی عمدہ اور مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی نے کتاب کے اس وصف کی بہت تحسین کرتے ہوئے فرمایا: "سیرت کے جو واقعات قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں ان کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کا کام جن لوگوں نے کیا ہے۔ اس میں ایک بہت قیمتی کاوش دکتور محمد عزت دروزہ نے عربی میں کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "عصر النبی ﷺ" میں بڑے فاضلانہ انداز سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور قرآن پاک کی تمام آیات کو اس طرح مرتب کیا کہ سیرت کا پورا نقشہ اور رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کی ساری تصویر سامنے آجاتی ہے۔"[30]

عصر النبی ﷺ کے حوالے سے چند ملاحظات

کتاب اگرچہ متعدد خوبیوں کی حامل ہے تاہم دوران مطالعہ نوٹ کی گئی چند باتیں خاص طور پر توجہ طلب ہیں جو درج ذیل ہیں:

i. مصنف آیات کی تفسیر کرتے وقت مفسرین کی طرف کوئی قول یا تشریح منسوب کر دیتے ہیں لیکن نہ اس کے قائلین کا تعین کرتے ہیں اور نہ اس قول کا حوالہ پیش کرتے ہیں جیسے صفحہ ۱۴۲ پر سورۃ النساء کی آیت ۲۱ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا "وقد ذكر المفسر ون والرواة في صدد الآية ان ابن الزوج المتوفي اذا ارادزوجه إبيه ألقى عليها ثوبا قبل دفن الميت أوفوردفنه"[31] لیکن نہ تو اس ضمن میں کسی مفسر کا نام ذکر کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

ii. بعض مقامات پر مصنف نے اپنی کتاب میں نقل کردہ اقتباسات کا حوالہ دینے کی زحمت نہیں کی جیسے صفحہ ۳۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مابین، سمندر کے حوالے سے مکالمے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سمندری سفر سے منع کرنے کو بیان کیا ہے لیکن اس بارے میں کوئی حوالہ درج نہیں کیا گیا۔

iii. مصنف کی کتاب کا موضوع آیات قرآنیہ سے آپ ﷺ کے ماحول سے متعلق تحقیق کو پیش کرنا ہے لیکن بعض مواقع پر مصنف اپنے موضوع سے ہٹ کر روایات سے استدلال کرنے لگ جاتے ہیں لیکن ان روایات کا تعین نہیں کرتے کہ وہ کون سی روایات ہیں اور کس کتاب میں وارد ہیں جیسے صفحہ ۲۳۴ پر غلاموں اور باندیوں سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کے بعد روایت کی مدد سے اپنا موضوع آگے بڑھاتے ہوئے لکھا۔ "ولا كمال الصورة نلحق بالملهمات القرآنية المذكورة بعض ماكان من عادات استناد االى الروايات المتواتره"[32] اس مقام پر مصنف نے پہلے آیات کو چھوڑ کر روایات سے استفادہ شروع کیا پھر نہ ان روایات کا تعین کیا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی مصدر پیش کیا ہے۔

iv. مصنف بعض اوقات کسی موضوع پر لمبی بحث کرتے ہوئے اسے بے جا طویل کر دیتے ہیں جو کہ نہ صرف اکتاہٹ بلکہ اصل موضوع سے توجہ ہٹ جانے کا باعث بنتا ہے۔ جیسے صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۲ تک عربوں کے عقائد اور دینی نظریات کے

بارے میں گفتگو کرتے ہوئے پانچ صفحات پر ۳۲ مختلف سورتوں سے بہت ساری آیات نقل کی ہیں اور آخر میں ان سے عربوں کے چند ایک عقائد کا استنباط کیا ہے حالانکہ یہاں اصل موضوع یعنی عربوں کے عقائد پر تفصیلی گفتگو ہونی چاہئے تھی۔

خلاصۂ بحث

کتاب کا تجزیہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ چند ملاحظات کے باوجود عزۃ دروزہ کی عصر النبی ﷺ وبیته قبل البعثته صور مُقتبسة من القرآن الكريم و دراسات و تحليلات قرآنية، قرآنی سیرت نگاری میں اہم ترین تحقیقات میں سے ہے جس میں مصنف نے آپ ﷺ کے عہد اور بعثت سے قبل عرب معاشرے کے حالات کی قرآن کی روشنی میں تصویر کشی کی ہے۔ مصنف نے کامیابی کے ساتھ اپنی بحث کو ابواب پھر فصول میں منقسم کیا ہے۔ اس سلسلے میں موضوعاتی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس میں آیات قرآنیہ کی بنیاد پر عرب کے جغرافیائی خدوخال و باشندوں، سماجی و معاشی سرگرمیوں، عربوں میں رائج خاندانی نظام، عربوں کے نظام حکومت و قضا اور طبقاتی تفاوت، عربوں میں رائج اجتماعی عصبیت، عربوں میں رائج مختلف علوم و فنون اور مذہبی حالات کی عمدہ عکاسی کی ہے۔

References

[1] Dr. Fārooq Ḥammāda, *Al Sīrat al-Nabwīya wa Taqwimuhā* (Damascus: Dar al-Qalam, 2003), 45.
[2] Muhammad 'Izzat Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī Sallallahu Alayhi Wasallam wa Baytuhu qabl al-Bi'thah Suwur Muqtabisah min al-Qur'an al-Karīm* (Damascus: Matab'ah Dār al Yaqzāh, 1946 AD), 12-13.
[3] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 12.
[4] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 51-94.
[5] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 72-94.
[6] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 70.
[7] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 52-74.
[8] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 78.
[9] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 128-156.
[10] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 163.
[11] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 158-159.
[12] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 215-229.
[13] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 230.
[14] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 280.
[15] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 326.
[16] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 339-353.
[17] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 420-499.
[18] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 31
[19] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 201
[20] 'Alī Ibn Muhammad Ibrāhīm al-Khāzin, *Lubāb al-Tāweel fi Mānī al-Tanzīl* (Beirūt: Dār al-Kītāb al-'Illamīyā, 1425 A.H), 1:431-432.
[21] Muhammad Ibn Jarīr al-Tabarī, *Jāmi'a al-Bayān unTāwīl al-Qur'an*, (Miṣr, Dār al mā'rif, n.d), 3:408.
[22] Darwazeh, *'Aṣr al-Nabī*, 268.

[23] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 14.
[24] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 60-61.
[25] Darwazeh, *'Asr-al-Nabī*, 25.
[26] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 30.
[27] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 99-100.
[28] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 94-97.
[29] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 112.
[30] Dr. Ghāzī Maḥmood Ahmad, *Muḥādārāt-e-Sīrat* (Lahore: Al-Faisal Nāshrān, 2017), 105.
[31] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 142.
[32] Darwazeh, *ʻAṣr al-Nabī*, 234.